در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۸۳ — جلد نمبر ۷

یکم اپریل ۱۹۹۶ء — ۱۶ ذیعقد ۱۴۱۶ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	فیض لودھیانوی	۴
۳	سلسلہ عالیہ قادریہ اور ابوالبرکات سید حسن علیہ الرحمۃ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	ایا سید حسن عین الکمالی	سید غلام المعروف حضرت میرجی صاحب	۱۳
۵	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۱۵
۶	انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	مدیر اعلیٰ	۲۰
۷	تجلیات غوثیہ	مدیر اعلیٰ	۲۳
۸	سید حسن ہمارا	سید شبیر احمد شاہ صاحب اسد گیلانی	۲۶
۹	آں کتاب زندہ....	الحاج صوفی مشتاق احمد ایم اے	۲۷
۱۰	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۳۰

شذرہ

اقبال ریاض

آلودگی کے خلاف جدوجہد

عوام کا تعاون حاصل کرنے کی اشد ضرورت

آلودگی نے جہاں دنیا کے متعدد ترقی یافتہ ممالک کو اس اہم مسئلے سے دوچار کر رکھا ہے۔ وہاں پاکستان سمیت تیسری دنیا کے اکثر ممالک میں بھی یہ مسئلہ صحتِ عامہ کے لحاظ سے کافی حد تک اہمیت اختیار کر گیا ہے خصوصاً صوبہ سرحد اور دارالحکومت پشاور میں یہ صورتِ حال اور بھی گھمبیر ہے

حال ہی میں یہاں منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں جس کا اہتمام پاکستان تحفظِ ماحول فاؤنڈیشن نے کیا تھا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے نہ صرف بعض تجاویز منظور کی گئیں بلکہ اس جدوجہد کو زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے سکولوں کے اساتذہ اور طلباء و طالبات کو بھی اس جدوجہد میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ صوبہ سرحد میں ماحولیات کے وزیر اقبال حسین خٹک اس سیمینار کے مہمان خصوصی تھے جبکہ سابق انسپکٹر جنرل محمد یوسف اورکزئی نے (جو تحفظِ ماحول فاؤنڈیشن کے مرکزی سربراہ بھی ہیں) صدارت کے فرائض انجام دیئے اور متعدد اعلیٰ شخصیتوں، ڈاکٹروں اور سابق اعلیٰ حکام نے آلودگی کی روک تھام اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ماحول کی آلودگی نے صحت عامہ کے لیے ایک اہم مسئلے کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ماہرین کے مطابق اس سے

آنکھوں کی بیماریوں کے علاوہ معدے اور دیگر بیماریوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اور پینے کا صاف پانی بھی میسر ہونا مشکل ہوتا جارہا ہے۔

آبادی میں بے پناہ اضافہ، بے ہنگم ٹریفک، دھواں، سائلینسروں اور نقاروں کا شور اور صفائی کے فقدان کے علاوہ درختوں کا بے دردی کے ساتھ کٹاؤ بھی اس صورت کا باعث بنا ہے۔ اس سلسلے میں سڑکوں فٹ پاتھوں اور گلی کوچوں میں تجاوزات کے اضافے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ کسی منصوبہ بندی کے بغیر شہر کے تیزی کے ساتھ پھیلاؤ نے اس مسئلے کو گھمبیر بنا دیا ہے۔

فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں اگرچہ طلباء اور طالبات کو بھی اس جدوجہد میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں عملی کوششیں شروع کر دی گئی ہیں۔ تاہم مقصد کے حصول جدوجہد کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے مخلص سماجی کارکنوں اور عوام کا تعاون کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

اُٹھ از سرِ نو دہر کے حالات بدل ڈال

تدبیر سے تقدیر سے دن رات بدل ڈال

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رسولِ عربی

★ از فیض گودھیانوی مرحوم و مغفور

جب بھی پڑھتا ہوں میں قرآن رسولِ عربی
تازہ ہو جاتا ہے ایمان رسولِ عربی

تاجدارانِ زمانہ کا غرورِ شاہی
تیرے نعلین پہ قربان رسولِ عربی

تیری تعلیم کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے یہ
با خدا بن گیا انسان رسولِ عربی

تُو نے دنیا کی حقیقت بھی بتائی ہم کو
دین بھی کر دیا آسان رسولِ عربی

عشق نے کر لئے معلوم خدائی کے رموز
عقل پھرتی رہی حیران رسولِ عربی

تیرے اوصاف کی تحسین مکمل نہ ہوئی
بھر گئے نعتوں سے دیوان رسولِ عربی

جابجا غیروں نے اس درجہ ستم توڑے ہیں
ساری اُمت ہے پریشان رسولِ عربی

پھر اُسے خدمتِ اسلام کی توفیق ملے
پھر ہو بیدار مُسلمان رسولِ عربی

ڈٹ کے ہو جائے کہیں حق کی حمایت میں شہید
ہے یہی فیض کا ارمان رسولِ عربی

"۸۰/۴/۱۴ کو سول ہسپتال سرگودہا میں ان کی دائیں آنکھ کا آپریشن
ہُوا تھا یہ نعت اُنھوں نے بستر علالت پر لیٹے لیٹے لکھی تھی"

سلسلہ قادریہ اور ابوالبرکات

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ قلم و وجود حضرت انسان میں دل ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور باقی جوارح اس کے تابع اور اس کے خادم ہیں وہ اس کے اشارے پر چلتے ہیں، ابتدائے آفرینش آدم سے لے کر الی الان یہ صداقت ناقابل تردید رہی ہے۔ ادھر دل میں ایک ارادہ پیدا ہوتا ہے ادھر ہاتھ، پاؤں، آنکھیں وغیرہ ہم تمام اعضاء اس کی تکمیل کے لئے اپنا اپنا فرض بجالانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

عالم الخلائق و عرف السرائر حضرت خواجہ کائنات سرور عالم علیہ الصلوٰۃ التحیات نے اس حیات انسانی کے رمز کو جو کہ قلب سے تعلق رکھتی ہے آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے دنیا کے فلاسفروں، اور دو روزہ زندگی کے راز دانوں کو یوں تنبیہ کیا تھا کہ تمام جسم انسان میں ایک گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ دیگر اعضائے رئیسہ مدقوق ہو جاتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ! اور وہ قلب ہی تو ہے۔ الا ان فی الجسد، المضغہ اذا صلحت صلحت الجسد کلھا و اذا فسدت فسدت الجسد کلھا الا دمی القلب او کما قال، جب یہ ثابت ہو گیا کہ محیات انسانی کا دارومدار قلب کی کیفیت ہے اور اس پر تمام مفکرین متفق ہو گئے تو جاننا چاہئے کہ اس قلب کی تہذیب سے اخلاق کی تہذیب ہوتی ہے تمام اخلاق ستودہ و اوصاف حمیدہ اس کی نوعیت کے آئینہ دار ہیں۔ "از کوزہ ہما تراوید کہ دروست" کے مطابق انسان کے کردار سے اس کے قلب کی صحیح حرکت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اور دنیا میں تشریف لاکر دنیا والوں کے قبائح کو محاسن میں تبدیل کرنا اور قلوب کو دنیا سے موڑ کر اپنے مولا و مالک کی طرف پھیر دینا۔ ان کے تبلیغی جدوجہد کا مرکز بنا رہا ہے۔ جب ختم الانبیاء پر یہ سلسلہ ختم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں نے یہ عہدہ سنبھالا۔ اور حضور کی امت میں سے ایسے کاملین پیدا ہوتے کہ ان کی کرامات نے انبیاء کے

معجزات کی یاد کو دنیا میں از سرِنو تازہ کر دیا۔

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جِلا دیئے ہیں۔
حضرت کے خادموں نے عیسیٰ بنا دیے ہیں

الغرض علماء اور اولیا کا سلسلہ شروع ہوا۔ علماء ظاہری تبلیغ سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افراد کو مستفید فرماتے رہے اور اولیاء اس مردہ قلب میں حیات جاوداں پیدار کر کے اپنا منصب بلند کرتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کلمہ طیبہ کو پڑھ کر پانچوں ارکان کو مان لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مفہوم علماء کے وجود کی برکت سے ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کی برکت سے یہ مسلمان حلاوت ایمان کی دولت سے مشرف ہو جاتا ہے۔

پھر اس قلب کو سنوارنے کے لئے اور اس میں اپنے مولا کی یاد بسانے کے لئے وللناس فی مایعشقون مذائب کے مطابق مفکرین کے چار مشہور طرق معرض وجود میں آئے۔

۱۔ قادری۔ ۲۔ چشتی۔ ۳۔ نقشبندی۔ ۴۔ سہروردی۔

یہ چاروں جگمگاتے ستارے اپنی نورانی شعاعوں سے ہزاروں راہ گم کردہ مسافروں کو سیدھی راہ دکھا کر منزل مقصود پر پہنچانے لگے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر قابل تحسین و تعریف ہے۔ کیا بیان کریں اور کیا نہ کریں۔ اس جگہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اور پھر اس پر جو حضور سرچشمہ اولیاء، سرتاج الاتقیاء، زینتہ الاصفیاء۔ ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وارد ہوتے ہیں ان کا مختصر طور پر ذکر کرنا مقصود ہے۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس سلسلے کی تربیت اور کفالت کی، لیکن آپ کی اس بارے میں جو جدوجہد میدان عمل میں آئی اس کی قدر سے ایک عام مسلمان تب ہی آگاہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے متعلق کچھ علم ہو۔ اس لئے اس مقام پر ایک مختصر سی بحث علمی اس کے متعلق درج کی جاتی ہے۔ جو کہ اصحاب ذوق کے لئے سرمایہ نشاط ہوگی۔ اس سلسلے کی نسبت حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی، غوث صمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی

دونوں آیتوں پر عمل ہو جائے۔ ذکر جہر کا وجود مندرجہ ذیل آیہ مبارکہ سے ثابت ہے۔ پارہ دوم سورہ بقرہ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم اشد ذکراً
زمانہ جاہلیت میں عرب خانہ کعبہ کے پاس جاکر اپنے آباؤ اجداد کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قسمتا" اس کی ممانعت کردی اور اس کی جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کو ہر روز طریق سے یاد کرو تمام علماء و مفسرین اس مفہوم سے ذکر جہر کو ثابت کرتے ہیں پس اب ثابت ہوا کہ جہاں کلام باری میں ذکر خفی کا وجود محقق ہے وہاں ذکر جہر بھی متقرر ہے نیز ایک نکتہ بزرگان دین سے سینہ بسینہ معرض ظہور میں آرہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ذکر جہر نیند کے لئے کافور کا کام دیتا ہے اور نشاط کو برانگیختہ کرکے ابلیس کو بھگاتا ہے توجہ اور التفات قائم کرتا ہے اور امر کثیر میں دل بستگی پیدا کرتا ہے اس کی ضرب سے دل مردہ بیدار ہوتا ہے اور اپنی محوری حرکت سے آشنا ہو جاتا ہے۔
ویزید النشاط ویذہب النوم :- الغرض یہ مشائخ سلسلہ قادریہ کا معمول ہے کہ اس کا آغاز ذکر جہر سے اور انتہا ذکر خفی پر کرتے ہیں۔
آدم برسر مطلب، حضرت سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ قادری کا معمول تھا کہ بالخصوص جمعہ کے روز طلوع صبح سے لے کر اذان جمعہ تک اپنے مریدوں کو ذکر جہر میں مشغول رکھتے اور سلسلہ قادریہ کی تعلیم دیتے نعت خوان خوش الحانی سے مصروف نعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رہتے۔
جب اس رنگین محفل کا ہنگامہ سرد ہوتا تو حضور ایک نگاہ مست آسمان کی فضا میں ڈالتے فضا کی بلندیوں پر اڑنے والے پرندے بھی نیم بسمل ہو کر زمین پر تڑپتے اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے یہ نگاہ آپ کے قلب کی سرگرمیوں اور کیفیات کا پتہ دیتی تھی۔
آپ فرماتے ہیں کہ میں سلوک قادریہ میں ایسی تعلیم دیتا تھا کہ جس پر مسلسل نگاہوں کا انعکاس ہوتا اس کو (مثل خود ساختم) کے مطابق بالکل اپنا مثیل بنالیتا یہ سلوک کی تعلیم ہے اور آپ کی بیعت کا طریق اس سلسلہ قادریہ میں بہت ہی عجیب و حیرت انگیز تھا۔ یعنی جس کا ہاتھ پکڑتے اس کا ہاتھ محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ میں ڈال دیتے سلسلہ قادریہ پر آپ کے ان گنت احسان

ہیں دیکھتے۔ آپ کے اور حضور غوث پاک کے درمیان کتنے واسطے ہیں لیکن طالب کو براہ راست غوث صمدانی تک پہنچانا اس مرد مومن کی نگاہ قلندرانہ کا ہی کام ہے گویا کہ مرید قادری کا قلب تجلیات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مورد بن جاتا ہے۔

حافظ عنایت اللہ کی بیعت بھی اسی سلسلہ میں ہوئی ان کا ذکر مفصل طور پر آپ کی تبلیغی جدو جہد کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔ یہاں پر اس قدر جتلا دینا کافی ہے کہ سلسلہ قادریہ نے اس قدر فروغ پایا کہ جو سائل کسی مشورہ کے لیئے حضور کے دربار میں حاضر ہوتا۔ آپ حافظ عنایت اللہ صاحب کو ارشاد فرمادیتے وہ آپ کے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور غوث پاک سے بذریعہ مکاشفہ باطنی براہ راست سوال و جواب میں مشغول ہو کر جواب باصواب لاتے یہ واقعہ حضرت سید غلام صاحب نے اپنی قلمی فارسی بیاض میں ذکر فرمایا ہے۔

الغرض سلسلہ قادریہ عالیہ تھا سونے پر سہاگے کا کام ہوا۔ عقیق سے نگین ہوا۔ آب سے آب عرفان ملا کندن کا کام ہوا اس نخل قادری کی پرورش اپنے ہاتھوں سے کی۔ بوستان طریقت و گلستان معرفت میں یہ سرو ناز باعث زینت باغ ہوا پھر کیا تھا جوق در جوق لوگ، اطراف و جوانب سے اس سلسلے میں آپ سے بیعت کر کے لذت جاودانی سے بہرہ اندوز ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے برادر خورد سید محمد فاضل کی تعلیم سلوک قادریہ میں اپنے ہاتھوں سے کی اور میں نے اس قدر تگ و دو کی کہ اس کو بعینہٖ اپنی طرح بنا دیا پھر دستار خلافت باندھی اور کشمیر سے مراجعت کے وقت وہاں ہی کشمیر میں اس کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر کے اس جگہ کی ولایت اور سلطنت روحانی اس کے سپرد کر دی۔

صاحب تاریخ اعظمی کشمیر رقم فرماتے ہیں کہ سید محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلۂ قادری میں اتنا کمال حاصل کیا کہ ان سے احیاء اموات کی کرامات صادر ہوتیں۔ عقلاً" یہ بات محال نہیں ہے کیونکہ اس سلسلہ کے بانی حضرت غوث الاعظم کا یہی خاصہ تھا جو کہ مشہور ہے اور کرامات یا معجزے میں جتنا عقلاً" بعد واقع ہو کرامت یا معجزہ کی پختگی کا باعث ہے اور اگر بعد عقلی مفقود ہو تو نہ وہ کرامت ہے نہ

معجزہ، لیکن یہ سب کس کا فیض عام تھا۔

سلسلہ قادری پر حضور کا یہ ادنیٰ احسان ہے اور اتنے احسانات اور بھی ہیں جن کے بیان کرنے کے لئے حیطہ امکان کا قافیہ تنگ ہے۔

سلوک کی تعلیم کے دوران میں اپنے غیر شرعی امور کا قلع قمع کردیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض آزاد منش صوفی جذبات کی رو میں آکر شرع متین کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے لیکن آپ اس معاملہ میں بقدر سر مو تفاوت نہ کرتے تھے۔

آپ نے اس سلسلہ کے فروغ اور عروج کے لئے تمام بدعات کا کلی استحصال کیا اور طریقت کی ابتداء شریعت سے کی، گویا آپ کی طریقت کی مثال ایک درخت کا وجود تھا بعینہ طریقت تھا اس کی بنیاد اور جڑ شریعت تھی اس کی نرم نرم شاخیں اور پتے حقیقت اور اس کا میٹھا پھل معرفت تھا۔

سلوک کی تعلیم میں آپ فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ تینوں مراتب کا پاس رکھا کرتے تھے اور ترقی میں اس تدریج کا لحاظ ضروری ہوتا تھا اس کا ثبوت حافظ عنایت اللہ صاحب مرحوم کے مناظرہ میں ملتا ہے۔

سید غلام صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ از نظر باطن سید حسن از مرتبہ فنا فی الشیخ تا فنا فی الرسول واز فنافی الرسول تافنافی اللہ فائز شد

ترجمہ :- حضور کی توجہ سے حافظ عنایت اللہ صاحب فنافی الشیخ سے فنافی الرسول سے اور فنافی الرسول سے فنافی اللہ کے مقام پر پہنچے۔

شاہجہاں آباد کا واقعہ بھی کتب تواریخ میں اسی طرح وارد ہے کہ اس علاقہ میں قیام کے دوران میں عامتہ الناس حضور سید حسن صاحب قادری کی کرامات دیکھ کر اس قدر متاثر ہوتے کہ حضور کو دیکھ کر بے ساختہ جھک جاتے اور سجدہ کرنے لگ جاتے یہ بات حضور کو نہایت ہی ناگوار گزری اور فرمایا کہ "اوقاتم خلل پذیر شد" یعنی میرے اوقات میں خلل واقع ہونے لگا۔ فوراً" آپ نے ایک شخص کے ذمہ یہ فرض عائد کردیا کہ اس بدعت کے مرتکبین کو سختی سے منع کیا جائے اور روک دیا جائے۔

جب لوگوں کا ہجوم روز مرہ زیادہ ہونے لگا اور یہ بدعت جاری رہی تو حضور فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں اپنا قیام ترک کر دیا اور اس جگہ کو خیرباد کیا اس واقعہ سے دو باتیں بدیہا ثابت ہو رہی ہیں۔

اول یہ کہ اوقاتم سے یہ مراد یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ذکر، فکر، مراقبہ اور دھیان میں مشغول رہتے تھے۔

دوم آنکہ ہر ایک غیر شرعی اس سے متنفر رہتے تھے مندرجہ ذیل وصیت پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اس وصیت سے سلسلۂ قادریہ کے اطوار و لمحات و انوار پر روشنی پڑتی ہے یہ وصیت اس جگہ اس لئے درج کی جاتی ہے کہ حضرت سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلف رشید حضرت سید شاہ محمد غوث کو خلافت دینے کے وقت اور بیعت کرنے کے وقت پڑھ کر سنائی اور بعد میں اپنے ملفوظات سے بھی ان کو مستفید فرمایا۔

الف حصہ کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) حقیقی معنوں میں صفت اور ثنا کے لائق وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے اپنے پاک بندوں کو اپنی معرفت کے نور سے آراستہ کیا اور طالبان طریقت کو اپنے کمال فضل سے باقی تمام مخلوق پر ممتاز کر دیا اور درود شریف اور سلام حضرت سالار انبیاء پر ہو اور ان کی اولاد اور ان کے اصحاب پر بھی ہزارہا رحمتوں کا نزول ہو بعد میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی۔ حسنی و حسینی حنبلی اللہ کریم ان پر راضی ہوا اور انہوں نے اپنی مندرجہ ذیل وصیت سے جو کہ انہوں نے اپنے مرید کو کی راضی کیا اور فرمایا اے میرے مرید مجملاً میں چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اس کی عبادت ہمیشہ کرتے رہنا ظاہری شریعت پر لازمی طور پر پابند رہنا چہارم شریعت کی حدود کی ہمیشہ حفاظت کرتے رہنا میرے طریقہ کی تفصیل یہ ہے۔ یہ سلسلۃ اور یہ گیارہ امور پر مشتمل ہے۔

(۱) سینہ جو کہ قلب کا مورد ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے پر کرنا

(۲) اپنے چہرہ کو ہمیشہ بشاش رکھنا یعنی اندرونی طور پر اللہ کی یاد سے اور بیرونی طور پر خوش خلقی کی وجہ سے۔ (۳) ہاتھ سے نیکی کرنا

(۴) معناً "مجازاً" دنیا سے دکھ دور کرنا معناً" تو یہ ہے کہ کسی کو تکلیف کو رفع کیا جاتے اور مجازاً" یہ ہے کہ

راستے سے کانٹا دور کیا جائے۔ (۵) اپنے بھائیوں کی لغزش اور غلطیوں کو معاف کرنا۔ (۶) چھوٹے اور بڑے کو نصیحت کرتے رہنا۔ (۷) اوقات کی پابندی کا خیال رکھنا۔ (۸) نیکی کے موقعوں پر اپنی قربانی پیش کرتے رہنا۔ (۹) کسی پر زیادتی کرنے سے اجتناب کرنا۔ (۱۰) جو اپنا ہم مشرب وہم مذہب نہ ہو اس کی صحبت کو ترک کرنا۔ (۱۱) دینی اور دنیاوی امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

فقر کی حقیقت

اے مرید یاد رکھ کہ فقر کی حقیقت یہ ہے کہ جو تجھ جیسا ہو تو اس کے آگے دست سوال دراز نہ کرے تصور محض باتیں ہی باتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جو کہ پانچ باتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) نفس کو ظاہری طعام سے بھوکا رکھنا۔ (۲) کمینی دنیا کو ترک کرنا۔ (۳) خواہشات نفس امارہ کو بالکل کاٹ دینا۔ (۴) دنیاوی لذت کو خیرباد کہہ دینا۔ (۵) نفس کی پسندیدہ اور مطبوع اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔

شیخ کامل نے پانچ رموز بتا کر اس رمز کی طرف اشارہ کیا کہ تصوف کے بھی پانچ حروف ہیں قا۔ صا۔ واؤ اور فا۔ واؤ مشدد ہے اس لئے دو حروف کے قائم مقام ہے تصوف نے مندرجہ بالا پانچ حروف سے پانچ امور کی طرف راہ نمائی کی ہے۔

اے مرید میں تجھ کو وصیت کرتا ہو کہ تو جب کسی درویش کو پائے شروع شروع میں اپنا علم اس پر ظاہر نہ کرنا بلکہ نرمی کا سلوک کرنا۔ کیونکہ طالب کو علم ڈراتا ہے اور پیر کامل کی نرمی مائل کرتی ہے یعنی اس کو اس سلوک کی طرف کھینچتی ہے۔

پھر یہ وصیت کرتا ہوں کہ اہل دول واہل تمول کے پاس اپنی عاجزی اور حاجت لے کر نہ جانا۔ دنیا میں صرف دو چیزیں تمہارے لئے کافی ہیں ولی صحبت اور کسی فقیر کی خدمت۔ یہ وصیت اس کے لئے کی جس نے سنی اور پھر یہ تمام سالکین اور مریدین کے لئے ہے اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کو زیادہ کرے اور پھر جو کچھ اوپر ذکر کیا ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(ب) اس کے بعد فقیر حقیر فانی سید حسن قادری فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خلافت کا لباس پہنا اور اس عالی

طریق قادری کی اجازت دینا۔ حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا اور جب میں نے اپنے بیٹے اور عزیز سید محمد غوث کو اسرار ربانی کا کماحقہ جاننے والا۔ اللہ کے دین مستقیم پر چلنے والا اور یقین میں کامل صفائی رکھنے والا پایا تو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس کے بعد میں نے پسند کیا کہ اس کو طریقہ کی اجازت دوں میں نے اس سے عہد بیعت لیا اور اس کو خلیفہ بنایا تاکہ اپنے طالبوں کو سیدھے راستہ پر چلاتے اور مریدوں کو تربیت کرے تمام پرہیز گاروں کی شرفا" غربا" اس سرزمین میں نور قادری سے پرورش کرے پھر سالک بن کر زہد و تقویٰ کا لباس پہن کر اس سند پر بیٹھے پھر یہ لباس اپنے بود اس کو پہنادے جس کو اس کا اہل دیکھے۔ پھر اس ذکر قادری کی تلقین کرے۔ اس طرح جیسا کہ اس نے مجھ سے لیا اور سیکھا اور تلقین کماحقہ، بغیر کمی و بیشی کرے۔ یعنی جس طرح اوراد مجھے پہنچے اسی طرح کم و بیش کئے بغیر پہنچاوے خفیہ طور پر اور ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے مجھ کو دعا سے یاد کرتا رہے

غرض نقشے ست کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در حق درویشاں دعائے

تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہم کو مطمئن رکھنا

فقیرِ بے نوا ہیں شوکتِ شاہی نہیں رکھتے

ایا سیّد حسن عین الکمالی

★ ―――― از حضرت سیّد غلام صاحب المعروف حضرت میر حجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایا محبوب ذاتِ ذوالجلالی محمد مصطفیٰ کے دین کے والی
نہ چھوڑو مجھ گدا کو دستِ خالی کہ آیا ہوں ترے در پر سوالی
ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

عجب سیّد حسن ہے نام تیرا سخاوجود ہر دم کام تیرا
بہت ہے بخشش وانعام تیرا ہوا خادم ہے خاص و عام تیرا
ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکین ترحمنی بحالی

تمہیں حق نے دیا عزّ و شرف ہے تمہارا نام روشن ہر طرف ہے
شہِ جیلاں کا تو خاصا خلف ہے کہا جس نے مُریدی لا تخف ہے
ایا سید حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

دیا ہے شاہ نے تخت و تاج تم کو جو بخشا دو جہاں کا راج تم کو
سُناؤں حال میں محتاج تُم کو جو ہے مجھ بے نوا کی لاج تُم کو
ایا سید حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی،

ملائک جنّ اور انسان سارے — دل و جاں سے بنے خادم تمہارے
کھڑے ہیں صف بصف در پر بچارے — شب و روز اس طرح ہر اک پکارے

ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

کوئی جو اس گھڑی تم پاس آوے — وہ حال اپنا تمہارے کو سناوے
سبھی مقصود دل اپنے کے پاوے — کوئی خالی ترے در سے نہ جاوے

ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

ہو تم مخدوم میں خادم تمہارا — تو برحق رہنما مرشد ہمارا
ترے دیدار کا میں ہوں پیاسا — کھڑا ہوں منتظر در پہ بچارا

ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

کیا ہے قادر و قیوم تمکو — معظم محترم، مخدوم تمکو
کہوں کیا حال میں مظلوم تمکو — کہ ہے سب سر بہ سر معلوم تمکو

ایا سیّد حسن عین الکمالی
انا المسکیں ترحمنی بحالی

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور یاد کرو جبکہ ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تمہارے اوپر طور (پہاڑ) کو بلند کیا۔ پکڑ لو جو کچھ ہم نے تم کو عطا فرمایا مضبوطی کے ساتھ اور (خوب) یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

پھر منہ پھیر لیا تم نے اس (عہد) کے بعد پس اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو البتہ تم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جاتے۔

لغت:۔ مِيْثَاقَ: پختہ وعدہ، عہد، پیمان، اس کی جمع مواثیق ہے۔ رَفَعْنَا بلند کیا ہم نے، اونچا کیا ہم نے، یہ جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ تَوَلَّيْتُمْ تم نے منہ موڑ لیا، تم پھر گئے، یہ جمع مذکر حاضر ماضی کا صیغہ ہے۔ خٰسِرِيْنَ زیاں کار، نقصان اٹھانے والے، خراب ہونے والے، ٹوٹا پانے والے، جمع مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر خُسْرَان ہے۔ اَلطُّوْرَ: یہ پہاڑ کا نام ہے۔

تفسیر:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اجل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے حسب سابق ان آیات کریمہ میں بنی اسرائیل کو اپنے انعام و اکرام اور فضل و رحمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عبرت دلائی کہ وہ وقت یاد کرو کہ جب تمہارے سروں پر کوہ طور

مُعلّق کیا گیا اور تمہیں حکم دیا گیا کہ توریت میں جو کچھ ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو اور اُس پر عمل کرو تاکہ پرہیزگار بن جاؤ۔ تو تم نے طور پہاڑ کی کھڑکھڑاہٹ اور لرزاہٹ کے خوف سے توریت پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرلیا۔ درحقیقت یہ سب کچھ تمہاری ہی بھلائی کے لئے زجر و توبیخ کے طور پر کیا گیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے مستحق قرار پاؤ لیکن بعدازاں تم اپنے وعدے سے پھر گئے اور توریت سے مُنہ موڑ کر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو تمہاری اس سرکشی اور نافرمانی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت نے تمہیں بچالیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر نازل ہوتا اور تم کمال درجے کا نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

اس مقام پر کوہ طُور کا بنی اسرائیل پر مُعلّق کیا جانا دراصل حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ شان تھی جس کا بعض مادہ پرستوں نے انکار کیا ہے۔ حالانکہ مفسّرین کرام نے بڑے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت امام محی السنہ ابی محمّد حسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وقال ابن عباس ..... وذٰلک ان اللہ تعالیٰ انزل التوراۃ علی موسیٰ فأمر موسیٰ قومہ ان یقبلوھا ویعلوا باحکامھا فابوا ان یقبلوھا للأصار والاثقال التی ھی فیھا وکانت شریعۃ ثقیلۃ فامر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام فقلع جبلاً علیٰ قدر عسکرھم وکان فرسخ فی فرسخ فرفعہ فوق رؤسھم مثل قامۃ الرجل کالظلۃ وقال لھم ان لم تقبلوا التوراۃ ارسلت ھذا الجبل علیکم" ؎

(اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے توریت نازل فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے قبول کرنے اور ماننے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم فرمایا وہ صاف انکار کر بیٹھے کیونکہ اس میں طرح طرح کے احکام شاقہ تھے اور شریعت موسوی نہایت سخت تھی چنانچہ ان کے اس انکار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ کو اس کی جگہ سے جدا کر کے بنی اسرائیل کے اوپر جہاں تک وہ پھیلے ہوئے تھے قدِ آدم سائبان کی طرح ان کے سر پر لاکر معلّق کر دیا اور فرمایا اگر تم توریت کو قبول نہ کرو گے تو یہ پہاڑ تم پر گرادیا جائے گا)

نیز حضرات مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت اور ذاتِ اقدس بھی مراد لی ہے۔ جیسا کہ صحابیٔ رسول، رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "بار سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم الیکم" [۲]

(جناب محمد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمہاری طرف بھیجا)

اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دورِ حیات کے بنی اسرائیل کو بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ تم نے جس طرح سرکشی اور نافرمانی کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے تو اس کی بدولت تم یقیناً سزا کے مستحق ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ " وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ " [۳] اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب یہ بات نہیں، کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کا وجود مبارک ان میں موجود ہو اور ان کو

عذاب دیا جائے)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فضل و رحمت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں " ویمکن ان یراد لولا فضل اللہ علیکم ببعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیث جعلہ رحمۃ للعالمین فبوجودہ صلی اللہ علیہ وسلم امھل الکفار واخر عنھم العذاب ورفع عنھم الخسف والمسخ "۔ (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل اگر جناب محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود باوجود کی برکت سے عذاب مؤخر کر دیا گیا اور زمین میں دھنس جانے اور صورتیں تبدیل ہو جانے کا عذاب اُٹھا لیا گیا)

مفتی بغداد حضرت علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ " الفضل والرحمۃ بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "۔ (یہاں پر فضل و رحمت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت مُراد ہے)

عمدۃ المفسرین سید نعیم الدین صاحب مُراد آبادی اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔ " ایک قول یہ ہے کہ فضل الٰہی و رحمتِ حق سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک مراد ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود کی دولت نہ ملتی اور آپ کی ہدایت نصیب نہ ہوتی تو تمہارا انجام ہلاکت و خسران ہوتا "۔

حواشی تفسیر القرآن الحسنیۃ۔

لہ امام بغوی، تفسیر معالم التنزیل، تقدم علمیہ مصر جلد ا ص۵۷

لہ تفسیر ابن عباس بر حاشیہ در منثور، دار المعرفۃ۔ بیروت ج ا ص۵۷

لہ انفال ۸ : ۳۳

لہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، اشاعۃ العلوم حیدر آباد دکن ج ا ص۳

لہ سید محمود آلوسی، روح المعانیؒ ادارہ طباعۃ منیریہ مصر ج ا ص۲۵۶

لہ سید نعیم الدین مراد آبادی، حاشیہ بر کنز الایمان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص۱۸

(جاری ہے)

بقیہ: انوار علی المرتضیٰ

جس طرح تم نے اطاعت اور فرمانبرداری میں میرا حکم ماننا ہے۔ اس طرح جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا حکم بھی ماننا ہے اس لئے میں نے ہی اُسے امیر مقرر کیا تھا۔ لہٰذا اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی قسم کی سستی یا کاہلی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ انتہائی مستعدی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

(صحیح، رجالہ رجال الشیخین احمد بن البلوشی، خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب ۹۹)

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ علیؑ المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

مدیر اعلیٰ

حدیث ۷۹ انبأنا محمّد بن العلاء قال حدّثنا ابو معٰویة قال حدّثنا الاعمش عن سعد بن عبیدة عن ابی بریدة عن ابیہ قال بعثنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فی سریّة واستعمل علینا علیًّا فلمّا رجعنا سالنا کیف رأیتم صحبة صاحبکم فامّا شکوتہ ولمّا شکاہ غیری فرفعتُ راسی کنتُ رجلًا مکبًّا فاذا وجہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قد احمرّ فقال من کنتُ ولیّہ فعلیٌّ ولیّہ۔

ترجمہ بُریدہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا (جناب) علی (المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہم پر امیر لشکر بنایا۔ پس جب ہم جہاد سے واپس لوٹ کر آئے۔ تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اپنے امیر کی صُحبت کو تم نے کیسے پایا۔ سو میں نے ان کی شکایت کی اور میرے سوا کسی دُوسرے نے شکایت نہیں کی سو میں کبھی تو سر اٹھاتا اور کبھی سرنگوں کرتا۔ پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ انور سُرخ ہو گیا۔ پس ارشاد فرمایا جس کا میں ولی ہوں علی بھی اس کا ولی ہے۔

حل لغت سریّة: وہ لشکر جو چار سو آدمیوں تک ہو۔ اس کی جمع، سرایا ہے۔ واستعمل علینا: بنایا حاکم مقرر کیا۔ امیر بنایا۔ اس کا مصدر استعمالُ ہے۔ مکبًّا: سرنگوں کرنے والا۔ کبّ سے ہے۔ جس کے معنی

سر نگوں ہونا کہے ہیں۔

تشریح ارشاد ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا"، یعنی اس لشکر میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بنفسِ نفیس شریک نہیں تھے۔ اس لیے اس جہاد کو "سریہ" کہتے ہیں۔ اور جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بذاتِ خود شریک ہوں وہ "غزوہ" کہلاتا ہے نیز اس کو سریہ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ لشکر میں چیدہ چیدہ اور بہادر جنگجو افراد ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے "(جناب) علی (المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہُ الکریم کو ہم پر امیرِ لشکر بنایا"، یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت ایک تقریباً چار سو افراد کا لشکر جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ ارشاد ہے "اپنے امیر کی صحبت کو تم نے کیسے پایا"۔ یعنی علی المرتضیٰ تمہارے ساتھ کس طرح برتاؤ کرتے تھے۔ ارشاد ہے۔ "میں کبھی تو سر اٹھاتا اور کبھی سر نگوں کرتا"۔ یعنی مجھے اس بے موقع اور بے محل شکایت پر ندامت محسوس ہوئی۔ اور جب کسی اور نے بھی کسی قسم کی شکایت نہ کی تو مجھے ایک قسم کی شرمندگی جیسی محسوس ہوئی۔ جس کا اظہار میرے اس عمل سے ہو رہا تھا۔ (اسنادہٗ صحیحٌ)

(ابو اسحاق الحوینی، تہذیب خصائص الامام علی ص۳۷)

حدیث ۳۸ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِیْ غَنِیَّةَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ بُرَیْدَۃُ قَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَعَ عَلِیٍّ اِلَی الْیَمَنِ فَرَاَیْتُ مِنْهُ جَفْوَۃً فَلَمَّا رَجَعْتُ شَکَوْتُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ

رأسه إلى وقال يا بريدة من كنت مولاه فعلي مولاه۔

ترجمہ بریدہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (جناب) علی (المرتضیٰ) کی قیادت میں یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے ان میں آرام نہ پانا' دیکھا۔ پس جب میں واپس لوٹا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ان کی شکایت کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری طرف سر مبارک اٹھایا اور فرمایا' اے بریدہ! جس کا میں آقا ہوں علی بھی اس کا آقا ہے۔

حلِ لغت جفوۃ: سخت ہونا، بے مروت ہونا۔ آرام نہ پانا۔

تشریح ارشاد ہے۔" مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (جناب) علی (المرتضیٰ) کی قیادت میں یمن کی طرف بھیجا"۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کی طرف جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی امارت میں ایک لشکر بھیجا جس میں جناب بریدہ بھی شامل تھے۔ ارشاد ہے۔" میں نے ان میں آرام نہ پانا دیکھا"۔ یعنی وہ فرمانبرداری کرنے اور اطاعت کروانے میں اور احکام منوانے میں نہایت ہی سخت تھے اور لشکر کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔ احکام الٰہی اور ضبط و نظم قائم رکھنے میں بڑے ہی سخت تھے کسی کی بھی نافرمانی دیکھنے میں قطعاً مروت نہ فرماتے۔ ارشاد ہے" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کی"۔ یعنی آرام کرنے نہیں دیتے۔ اور احکام الٰہی میں بڑے سخت ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد ہے" جس کا میں آقا ہوں علی بھی اس کا آقا ہے"۔ یعنی

(باقی صفحہ پر)

گذشتہ را پیوستہ

تجلّیاتِ غوثیہ

مدیرِ اعلیٰ

سالک کو چاہیئے کہ علیحدگی میں بیٹھ کر کئی ہزار مرتبہ یہ ذکر کرے اور حبسِ دم کے بعد مراقبہ کر کے اِسمِ اللّٰہ کو قلب سے کہلوائے جہاں تک ممکن ہو سکے پس پھر سانس چھوڑ دے اور اگر اس ذکر کو حبس کے ساتھ دن رات میں بارہ ہزار مرتبہ تک پہنچا دے تو بہت ہی اچھا ہے اس طریقہ پر اس ذکر کو دو سال تک مداومت کے ساتھ کرے تاکہ اس ذکر سے قلبی، روحی، سری نفسی، خفی اور اخفیٰ جاری ہو جائیں جن کو لطائف ستّہ کہتے ہیں بلکہ اس ذکر سے ذکر سلطان یعنی سلطان الاذکار بھی جاری ہو جاتا ہے۔ اور یہ اعضا رگوں اور بالوں کا ذکر کرنا مراد ہے اور ذکر صوت سرمدی بھی جاری ہو جاتا ہے، اور وہ ھُو کی آواز ہے جو دماغ سے سُنی جاتی ہے بلکہ اس کے ذریعے مکاشفہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرات نقشبندیہ ان لطائفِ ستّہ میں ہر ایک کے لئے الگ الگ ارشاد فرماتے ہیں اور ہر ایک لطیفہ کو جاری کرنے کے لئے مدت چاہیئے۔ اس کے بعد نفی اثبات کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے سالک کو جان لینا چاہیئے کہ جب حَبسِ دَم سے ذکر نفسی جاری ہو جائے تو ذکرِ گوش کی طرف متوجہ رہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک علیحدہ جگہ (خلوت) میں بیٹھ کر دماغ کی طرف پوری توجہ کرے وہاں سے مختلف قسم کی آوازیں سنائی دیں گی ان پر پوری توجہ مبذول کرے۔ کیونکہ دماغ محل روح ہے اور ھُو کی ضمیر ذاتِ بحت یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے اور

اس کو ذکرِ اعلیٰ کہتے ہیں یعنی یہ سب سے بلند تر بزرگ تر اور افضل ذکر ہے اور ایک انسان رات دن میں جو ضروری سانس لیتا اور خارج کرتا ہے تو ان میں بھی یہ ھُوٗ کا تصور موجود ہونا چاہیئے اور سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے تفکر کو ہمیشہ اسی پر جمائے رکھے کہ کوئی سانس بھی اس ذکر سے غفلت میں نہ گزرنے پائے اور اس ذکر کو پاسِ انفاس کہتے ہیں چنانچہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ے

ھُو غیب ہویت آمد اے حرف شناس
انفاس ترا بود برآں حرفِ اساس
باش آگاہ از انحرافِ در امید و ہراس
حرفے گفتم شگرف اگر داری پاس

اور بعض بزرگانِ کرام حبسِ دَم میں آنکھ، کان اور مُنہ کو اپنی انگلیوں سے اس طرح بند کر کے یہ ذکر کرتے ہیں کہ دو انگشت سبابہ (دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں) دونوں آنکھوں پر اور دونوں وسطی انگلیاں (درمیانی انگلیاں) ناک کے نتھنوں پر اور خنصر و بنصر (چھنگلی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی) لبوں پر اور انگوٹھے دونوں کانوں پر رکھ کر حبسِ دَم کرتے ہیں اور قلب پر پوری توجہ کر کے بیٹھتے ہیں کچھ عرصہ تک اس طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد انوار و تجلّیات اور حالاتِ عجیبہ رونما ہونے لگتے ہیں جیساکہ بزرگوں نے فرمایا ہے ے

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر من بہ خند

سلہ جسمِ انسانی میں چھ مواضع (مقامات) ہیں جن پر فیوض وانوار و برکاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (۱) لطیفۂ قلبی :- دو انگلی زیرِ پستان چپ (بائیں) نور اس کا سُرخ ہے، معرفت کا محل ہے (۲) لطیفۂ رُوحی :- دو انگل زیرِ پستان راست نور اس کا سفید ہے محبّت کا محل ہے (۳) لطیفۂ نفس :- زیرِ ناف، نُور اس کا زرد ہے (۴) لطیفۂ سِرّی :- مابینِ سینہ، نُور اس کا سبز ہے، مشاہدہ کا محل ہے۔ (۵) لطیفۂ خفی :- بالائے ابرو، نور اس کا نیلگون ہے اسے لطیفۂ قالبیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مقامِ اتصال ہے درمیانِ رُوح و جسم کے، عالمِ قدس سے فیضانِ راہِ راست اسی لطیفہ پر نازل ہوتا ہے پھر دیگر لطائف میں تقسیم ہوتا ہے۔ رُوح بدن میں اسی راستہ سے آتی ہے اور اسی راستہ سے جاتی ہے۔ (۶) لطیفۂ اخفیٰ : اُمُّ الدّماغ ہے نور اس کا سیاہ ہے مثلِ سیاہی چشم کے۔

(دستورِ دلبراں ص۲۹۸، ص۲۹۹)

سلہ مکاشفہ :- حضورِ معنوی، ناسوت، ملکوت، جبروت و لاہوت، کا نفس و دل و رُوح و سِرّ کے سامنے سے آشکارا ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو اُن واقعات سے پہلے مطلع فرما دینا جو دنیا میں پیش آنے والے ہیں۔

(دستورِ دلبراں ص۳۰۶)

سلہ ایک قلمی نسخہ میں جو زیرِ نظر ہے بجائے "سِرِّ حق" کے نُورِ حق ہے یعنی اس شعر کا دُوسرا مصرع یوں ہے۔

ع گر نہ بینی نُورِ حق بر من بخند

(جاری ہے)

سیّد حسن ہمارا

سید شبیر احمد شاہ صاحب گیلانی اسؔد مرحوم

دونوں جہاں میں پیارا سیّد حسن ہمارا
اسلام کا دُلارا، سیّد حسن ہمارا

اُمّی نبی کا پیارا، سیّد حسن ہمارا
چشمِ علی کا تارا، سیّد حسن ہمارا

نُورِ خدائے اکبر، پاکیزہ اور اطہر
ہر بے نوا کا چارا، سیّد حسن ہمارا

رفعت کے آسماں پر، عظمت کے کہکشاں پہ
چمکا تو اک ستارا، سیّد حسن ہمارا

ہمّت کے گلستاں میں، غربت کے آشیاں میں
تھا سب سے آشکارا، سیّد حسن ہمارا

فقر و غنا کا مالک، جُود و سخا کا مالک
سیّد حسن ہمارا، سیّد حسن ہمارا

گُم کردہ رہ کا ہادی، اسلام کا یہ غازی
گر توں کا ہے سہارا، سیّد حسن ہمارا

رہ سے بھٹک گیا ہوں، ہستی کو کھو چکا ہوں
اب تُو ہے میرا چارا، سیّد حسن ہمارا

جُوئے رواں سے اپنے عرفاں کا جام بھر دے
پیاسا ہوں میں خُدارا، سیّد حسن ہمارا

اپنی اسؔد دُعا ہے اور ان سے التجا ہے
محشر میں دیں سہارا، سیّد حسن ہمارا

گذشتہ را
پیوستہ

آں کتابِ زندہ...

صوفی مشتاق احمد ایم اے

آمدم بر سرِ مطلب، ذکر ہو رہا تھا پانی

قرآن اور پانی کی کرشمہ گری کا کہ جس کے ذریعے مسبب الاسباب نے ارض و سماوات کی مجلس سجائی اور اس مجلس کو بے انتہا رنگینیوں سے مزین کیا۔ چشمِ بینا دیکھتی ہے کہ کائنات میں قدم قدم پہ قدرت کے، انمول موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ ان میں ذی روح بھی ہیں جامد و ساکت بھی ہیں یعنی ٹھوس بھی ہیں مائع بھی ہیں اور گیس نما بھی ہیں۔ چرندے بھی ہیں پرندے بھی ہیں اور درندے بھی ہیں نباتات بھی ہیں۔ میوہ جات بھی ہیں۔ غلّہ بھی ہے چارہ بھی ہے، سبزہ زار بھی ہے۔ مرغزار بھی ہے فضائے نیلگوں کی تحیر انگیز مخلوقات بھی ہیں۔ سمندر کے اندر پائی جانے والی ان گِنت انواع و اقسام کی مخلوقات کا ہوشربا طلسم کدہ بھی ہے سینۂ کائنات کے اندر بعض ایسی چیزیں بھی ہوں گی جو منصۂ شہود پر جلوہ نما ہونے کے لئے کسی مفکر کے ناخنِ تدبیر کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہوں گی۔

بہر کیف قدرت کے اس سحر آفریں حیرت کدے میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا ذکر خالقِ اکبر نے قرآنِ پاک میں کر کے ان کی اہمیّت اور افادیّت کو دوسری اشیاء کی نسبت نمایاں حیثیّت عطا کر دی ہے یہ اشیاء تاریخِ انسانیت کی مقدّس ترین کتاب میں مذکور ہونے کا شرف حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ خالق عزّ و جل نے تواتر کے ساتھ کر کے ان کو اپنی نعمت کے نام سے موسوم کیا ہے

بعض کا بیان برسبیل تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعض نسبتاً غیر اہم جانداروں، (مثلاً مچھر، بندر، ٹڈیاں، مینڈک، کوّا، ھُدھُد، کتّا، مچھلی، ابابیل وغیرہ) کا بیان تمثیل یا تشبیہہ یا کسی امر واقعہ کے طور پر کیا گیا ہے تاکہ انسان اس سے سبق سیکھے اور عبرت حاصل کرے۔

ہم پہلے اُن اشیاء کا ذکر کرتے ہیں جنہیں خالقِ اکبر نے اپنی نعمتوں کے طور پر بیان کیا ہے۔ پانی ان نعمتوں میں سے بنیادی اہمیّت کا حامل ہے۔ پارہ ا سورۂ بقرہ رکوع ۳ میں خالق عزّوجل ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مِنَ الثَّمَرَاتِ ..... اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

"یعنی خداوندِ بزرگ و برتر وہ قادرِ مطلق ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کی چھت بنائی۔ پھر آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہارے لئے پھل پیدا کئے۔ (بس اے لوگو! کفرانِ نعمت کرتے ہوئے کسی کو اللہ جلّ جلالہٗ کا ہم پلہ نہ ٹھہراؤ یقیناً تم اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہو کہ عظمت و شان میں کوئی ہستی بھی خالقِ اکبر کے پائے کی نہیں ہے۔

کائناتِ ارض و سماوات خالقِ اکبر کی معجز نما تخلیق ہے اس میں قدم قدم پر حسن و جمال کی پُرکشش رنگینیاں ہیں۔ فنِّ صناعی کے جواہر پارے جگہ جگہ جلوہ گر ہیں۔ برسات میں قدرت کی فیّاضی جوبن پر ہوتی ہے جس طرف نظر جاتی ہے زُلفِ محبوب کی طرح بل کھاتی گھٹائیں رقصاں ہوتی ہیں جب رقصِ بسمل انتہا کو پہنچتا ہے تو گھٹاؤں کے سینے میں مچلنے والے قطرے کیف و نشاط کے عالم میں زمیں بوس ہوتے ہیں۔ ربّ

مہربان کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل کا سماں
بندھ جاتا ہے روئیدگی شروع ہونے لگتی ہے اور زمین ہریالی کا زمردیں
لباس پہن لیتی ہے۔ قدم قدم پر شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں۔ نگاہِ شوق دیکھتی
ہے۔ مست گھٹائیں بکھری چلی جارہی ہیں۔ پھوار کا ترنم ساز بج
رہا ہے خم کاکل کی طرح پیچاں ندی نالے، سرِ کوہسار زمزمہ افشاں
آبشاریں، کوہ و دمن میں سرو سمن کی دلفریبی، مرغانِ چمن کی دلکش نغمہ
سرائی، سنبل و ریحان و نرگس، نسترن کی بھینی بھینی خوشبو عرش سے
لے کر فرش تک رنگ و نور کا روح پرور سماں، مشامِ جاں کو مست و بیقرار
کر دینے والی سحر آفریں نکہت ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے فردوس بریں
تمام تر رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ خطۂ ارض پر اتر آئی ہو۔ جس
طرف نگاہ جاتی ہے کیف و نشاط، مسرت و انبساط، راحت و چین
باہم دگر رقصاں ہیں، یہ سب کچھ ربّ مہربان کی عنایت ہے اس ضمن
میں دیکھیے سورۂ یونس پارہ ۱۱ رکوع ۳ حتّیٰ اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ
زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ آسمان سے پانی برسنے کے بعد زمین نے قسما قسم کے
رنگ اور شکل کے نباتات سے بناؤ سنگھار کر لیا اور خوب آراستہ اور
خوشنما دکھائی دینے لگی۔

جاری ہے

تبصرۂ کتب

(نوٹ، تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں۔)

عنوان :۔ قول و قلم

مصنف :۔ حکیم مفتی محمد عبدالواسع صاحب ندوی مرحوم

مرتب :۔ حکیم مفتی صادق انیس

صفحات :۔ ۱۹۹۔ قیمت : درج نہیں۔

سن اشاعت :۔ (۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء)

ناشر :۔ واسع دواخانہ خٹک پلازہ یونیورسٹی روڈ پشاور

تبصرہ نگار :۔ سید محمد انور شاہ قادری لائبریرین گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن گل بہار پشاور شہر۔

زیرِ تبصرہ کتاب حکیم مفتی محمد عبدالواسع صاحب ندوی مرحوم کی تقریر و تحریر کا مجموعہ ہے۔ جسے آپ کے صاحبزادے حکیم مفتی صادق انیس صاحب نے مرتب کر کے سفید کاغذ پر عمدہ کمپیوٹر کمپوزنگ اور خوبصورت سبز ٹائٹل کے ساتھ طبع کروایا۔

کتاب کا بیشتر حصہ شامِ ہمدرد کے ابتدائی کلمات پر مشتمل ہے۔ یہ مجلس حکیم محمد سعید صاحب دہلوی چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی سرپرستی میں کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں منائی جاتی ہے۔ جس میں دینی و علمی اور تاریخی و عصری مسائل پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ تقریر کے لئے کسی عالم و فاضل یا دانشور کو بلایا جاتا ہے جبکہ صدارت کے لئے بھی کسی ایسی ہی اہم شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے۔

چنانچہ پشاور میں جب شامِ ہمدرد کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ماہ زیرِ بحث موضوع مہمان مقرر اور صدر کے تعارف کی ذمہ داری جناب حکیم مفتی محمد عبدالواسع صاحب کو سونپی گئی جسے انہوں نے نہایت احسن طریقے سے نبھایا اور تقریباً چوبیس مجالس میں پیش کردہ آپکے یہ تعارفی خطبات زیرِ نظر کتاب میں یکجا کئے گئے ہیں جو صفحہ ۶۳ سے ۱۶۲ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں حکیم صاحب کی خودنوشت سوانح عمری اور چند مضامین بھی دیئے گئے ہیں جبکہ آخر میں آپ کے کچھ خطوط، ایک "انشائیہ" اور اردو فارسی کا منظوم کلام شامل کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۹۸ پر کتاب کے سن اشاعت کی ہجری اور عیسوی تاریخیں دی گئی ہیں جنہیں پشاور کے معروف تاریخ گو جناب میاں سعیدالرحمان صاحب قادری سریکوٹی مدظلہ العالی نے نکالا ہے جبکہ آخری صفحہ پر مرتب کا شجرۂ نسب دیا گیا ہے جو آٹھویں پشت میں جناب حافظ غلام محمد صاحب مرحوم پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔

جناب مفتی صاحب پشاور میں عموماً حکیم و طبیب کے طور پر مشہور تھے لیکن اس کتاب کے مطالعے سے آپ کی شخصیت کے کئی دیگر پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں، اور قارئین ایک عالم، فاضل، مقرر، کمپئیر، شاعر اور ادیب کی حیثیت سے آپکے متعلق آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

کتاب کے سرسری مطالعے سے کمپیوٹر کمپوزنگ کی چند غلطیاں بھی سامنے آئیں مثلاً صفحہ ۱۰ سطر ۴ پر لکھا گیا ہے۔ تحریریوں جبکہ صحیح لفظ تحریروں ہے۔ صفحہ ۷۶ سطر ۱ پر لکھا گیا ہے۔ حسّن اتفق جبکہ صحیح لفظ حُسنِ اتفاق ہے۔ صفحہ ۹۵ سطر ۱۱ پر لکھا گیا ہے۔ اصلہ جبکہ صحیح لفظ اصلہ ہے۔

صفحہ ۱۰۲ سطر ۱۳ پر لکھا گیا ہے ابتاء جبکہ صحیح لفظ ابتداء ہے۔

صفحہ ۱۴۰ سطر ۸ پر لکھا گیا ہے طلوغان شاہ جبکہ صحیح لفظ طوغان شاہ ہے۔

صفحہ ۱۸۵ سطر ۵ پر لکھا گیا ہے مشرگاں جبکہ صحیح لفظ مژگاں ہے۔

اگر کتاب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ممکن ہے مزید غلطیاں بھی نکل آئیں لہٰذا آئندہ ایڈیشن میں ان کا تدارک کرنا چاہیئے نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فہرست بھی عجلت میں تیار کی گئی ہے اگر اس میں شام ہمدرد کے موضوعات معہ صفحہ کے شامل کر دیئے جاتے تو اس سے پڑھنے والوں کے لئے کافی سہولت پیدا ہو جاتی علاوہ ازیں اگر تمام موضوعات پر پیش کئے گئے علمی و تحقیقی مقالات بھی شائع کر دیئے جائیں تو یہ قارئین خصوصاً محققین کے لئے بڑے مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

بہرحال حکیم مفتی صادق انیس صاحب نے اس کتاب کی اشاعت کر کے اپنی علم دوستی اور اسلاف پرستی کا بہترین ثبوت فراہم کیا ہے کیونکہ آج کل عام طور پر اخلاف ان اوصاف سے تہی دامن ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور کی بد اخلاقی، فحاشی، بے راہروی اور مغرب کی اندھی تقلید سے بچنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ بزرگوں کی سیرت و کردار اور کارناموں سے نئی نسل کو روشناس کیا جائے اور ان کے دلوں میں ان کی عظمت اور قدر و منزلت پیدا کی جائے تاکہ وہ اُن کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں سُرخروئی حاصل کر سکیں۔